Lesson 19. Al-Baqarah (Ayaat 153 - 162): Day 70 سُوْرَةُ البَقَرَة کی تفسیر

مرکزی خیال: اُمتِ وسط بننے کے تقاضے۔ پچھلے سبق میں ہم نے اللہ سے ایک اعزاز پایا۔ اللہ نے ہمیں چن لیا۔ کہ ہم گواہ بنیں۔ اللہ نے پہلی قوموں کو بھی یہ فخر بخشا تھا اور پھر جب قومیں اپنا کام نہیں کیا تو ان سے وہ اعزاز لے کر اُمتِ مسلمہ کے سر پر یہ تاج رکھ دیا گیا۔

اب اُمتِ مسلمہ جب یہ کام کرنے نکلے گی تو کیا حالات پیش آئیں گے؟ اور اُمتِ مسلمہ کا حق تب ہی ادا ہو گا جب ہم علم سیکھیں گے۔ جب ہم شعور کے ساتھ علم سیکھنے نکلتے ہیں تو یہ شہادتِ حق کی گواہی دینے کا پہلا مرحلہ ہے۔ جب انسان دین کا علم سیکھنے نکلتا ہے تو وہ اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ اُسے اب زندگی گزارنے کے لئے رہنمائی کی ضرورت ہے۔ وہ رہنمائی جو اللہ نے نبی پاکؐ کے ذریعے ہماری کی تھی۔ جس کام کے لئے نبی پاکؐ اس دنیا میں آئے تھے۔

جب انسان یہ رہنمائی حاصل کر لیتا ہے تو پھر دوسرے مرحلے پر وہ اس دین پر عمل کرتا ہے۔

اور جب خود اس پر عمل شروع کر دیتا ہے تو تیسرے مرحلے پر وہ دوسروں کو اس دین کی طرف بلاتا ہے۔ اور پھر آخری مرحلے پر اس دین کے راستے میں آنے والی مشکلات پر جم جاتا ہے۔

آج کا سبق ہمیں صبر سکھائے گا۔ علم حاصل کرتے ہی ہمیں صبر سکھایا جاتا ہے کیونکہ جو طالب علم اپنی من مانی کرنا چاہتے ہیں وہ شہادتِ حق کے تقاضے پورے نہیں کر سکتے۔

آج کے سبق کا ایک ہی Main Theme ہے کہ صبر سیکھو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یہ آیت پیچھے بھی گزری، اس وقت یہ آیت بنی اسرائیل کے تناظر میں گزری۔ پہلے پارے میں جو چیزیں بنی اسرائیل کے بارے میں تھی۔ دوسرے پارے میں وہی چیزیں مسلمانوں کے بارے میں آئیں گی۔ پہلے پارے میں سات آیات بنی اسرائیل کے بارے میں تھیں انہیں میں ایک صبر کی آیت تھی۔ اور ہمیں سورۃ فاتحہ کی سات آیات سکھائی گئیں۔ یہاں ہمیں اُن میں سے ایک صبر کی بات سکھائی جارہی ہے کہ صبر کرو اور اللہ سے مدد مانگو۔ اُنیسویں رکوع سے لے کر سورۃ کے آخر تک براہِ راست مسلمانوں سے خطاب ہے۔ اور آیت ۱۴۳ میں مقصد بتادیا گیا؛

اور اسی طرح ہم نے تم کو امتِ معتدل بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم پر گواہ بنیں۔

تمھیں اس لئے دنیا میں بھیجا گیا کہ تم دوسروں کو بھی اس دین کی دعوت دو۔ اپنے علم، عمل، روّیے اور زبان سے اس دین کی گواہی دیتے جاؤ۔ اور اس راستے میں جو بھی مشکلات آئیں، اُن پر صبر کرو۔

صبر کا ذکر آپ قرآن میں بہت مرتبہ پڑھیں گے۔ پورے کا پورے دین ہی صبر ہے۔ یعنی خود کو روکنا۔ لفظی وضاحت میں ہم نے سیکھا کہ صبر کے معنی ہیں کہ کشتی کے ایک طرف پتھر رکھ جائے اور دوسری طرف ملاح بیٹھے تاکہ توازن قائم رہے۔ صبر کا معنی روک لینا۔

صبر یہ ہو گا کہ اللہ کے بارے میں دل میں کسی بات کی ناراضگی نہ آئے۔ جو اللہ نے عطا فرمادیا اس پر صبر۔ انسان کو زندگی میں کوئی بھی چھوٹی یا بڑی بات پیش آئے، اُس پر صبر کریں۔ تاکہ اگر ہمیں بڑا

گھر نہ ملے، بیٹانہ ملے، شادی پسند سے نہ ہو، مرضی کی نوکری نہ ملے۔ تو یہ نہیں کہنا کہ اللہ سے مانگا اور وہ نہ ملا یا اللہ نے ہمیں یہ کیوں دیا وہ دے دیتا۔

پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ہم نے صبر کرنا ہے۔ دل میں کوئی شکوہ نہ آئے۔ یہ صبر جمیل ہے۔

اللہ سے ناراض نہیں ہونا، دل میں بھی راضی اور زبان سے بھی کوئی ایسا لفظ نہ نکلے جو اللہ کو پسند نہ آئے۔ اللہ سے روٹھے نہیں رہنا۔ صبر یہ کہ دل کو خوش رکھنا۔

اللہ میرا ربّ ہے وہ جو کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے وہ جو فرما رہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔

بندہ رَبّ کے فیصلے پر راضی ہو جائے۔ میرا ربّ میری زندگی کے فیصلے کر رہا ہے۔ بعض اوقات ہم دنیا کے فیصلوں پر راضی ہو جاتے ہیں لیکن دین کے معاملے پر راضی نہیں ہوتے۔ ہم نوکری پر سب کچھ کرتے ہیں کیونکہ تنخواہ ملتی ہے۔ یونیورسٹی جاتے ہیں کہ ڈگری ملے گی۔ اَب جب قرآن پڑھنے آتے ہیں تو مشکل لگتا ہے۔ شاپنگ کرنے جاتے ہیں تو خوش رہتے ہیں۔

مشکل تو ہو گی، صبر بھی کرنا پڑے گا۔ پچھلی آیات میں ہمیں سکھایا گیا کہ قبلے کی تبدیلی پر باتیں سُننی پڑیں گی اس لئے آپ صبر کر لیں۔ پیچھے ذکر کا بھی تذکرہ تھا اور ہم نے گیارہ ذکر کی صورتیں دیکھی تھیں۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔ اور پچھلی آیات میں شکر کا بھی ذکر آیا تھا، اب فرمایا جا رہا ہے کہ صبر کرو یعنی شکر پر بھی صبر کرو۔ وہ کیسے ؟ نعمتوں کے ملنے پر صبر۔

صبر کے تین درجے ہیں۔

1: اللہ نے انسان کو کسی مشکل میں ڈال دیا، جسمانی، قلبی یا روحانی۔ تو اس پر صبر کریں۔ دل کو اللہ کی رضا میں راضی کر لیں۔ بیماری یا موت پر صبر۔ یہ صبر کا سب سے ہلکا درجہ ہے۔

2: جن باتوں کا اللہ نے حکم دیا اُن کو کرنے میں جو تکلیفیں آتی ہیں، اُن پر صبر کرنا۔ ٹھنڈے پانی سے وضو کریں۔ حجؒ میں صبر کریں اور روزے میں صبر کریں۔ یہ صبر کا درمیانہ درجہ ہے۔

3: یہ صبر کا سب سے مشکل درجہ ہے۔ کہ جن کاموں سے اللہ نے روکا، آپ کا دل چاہتا ہے وہ کرنے کو لیکن آپ صبر کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو غیبت سے روکتے ہیں۔ اللہ کے خوف سے روک لیتے ہیں۔

دِل چاہتا ہے گندی چیزیں دیکھنے کو لیکن آپ اپنے آپ کو روک لیتے ہیں۔ بعض اوقات تو انسان اپنے آپ کو روکتے ہوئے واقعی میں جہاد کرتا ہے۔

بہت سارے حکم ہم مان لیتے ہیں۔ جیسے نماز، روزہ۔ لیکن بعض اوقات جن کاموں سے اللہ نے روکا ہے اُن سے اپنے آپ کو روکنا زیادہ مشکل لگتا ہے۔ نماز بھی پڑھتے ہیں اور گانے بھی سُنتے ہیں۔

عمرؓ فرماتے ہیں کہ رُکنے والی باتوں سے رُک جانا، اس پر صبر بہت مشکل ہے۔

ہمارے دین کا آغاز، لا الہ الا اللہ سے ہوتا ہے ہم اللہ کو ایک نہیں مانیں گے تو ہر طرف ہمیں دوسرے نظر آئیں گے۔ موسیٰ کو قوم نے کہہ دیا تھا کہ ہم سے ایک خدا پر صبر نہیں ہوتا۔ اور مکّہ کے مشرکین کہتے تھے ہمیں ٣٦٠ بت چاہئیں، ہم ایک خدا پر نہیں ٹِک سکتے۔

1. توحید یہ ہے ایک اللہ پر صبر کرنا

2. رسالت یہ کہ نبی پاکؐ کو اپنا لیڈر مان لیں اور ان کی پیروی کریں۔ اس بات پر جم جانا۔ ایسے لیڈر بھی ہیں جو سب کچھ کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ جو نماز روزہ تک معاف کر دیتے ہیں۔

3. نماز میں صبر۔ عموماً انسان کا نفس، سونا، کھانا، پینا اور باتیں (فن) کرنا اور گھومنا پھرنا چاہتا ہے۔ نماز میں یہ سب چیزیں چھوٹ جاتی ہیں۔ فون بھی چھوٹ جاتا ہے۔

4. زکوٰۃ۔ کون اپنی کمائی کسی کو باہر دے آئے؟ ہم صبر کرتے ہیں کہ اللہ کا حکم سمجھ کر زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

5. روزے میں صبر۔ حدیثؐ روزہ شہر الصبر ہے۔

6. حج، سارا صبر ہے۔ جہاد صبر ہے۔ رشتے داروں کے حقوق میں ہم صبر کرتے ہیں۔

دین سارے کا سارا ہی صبر ہے۔ قناعت اور شکر صبر ہے۔ بخاری کی حدیثؐ ہے کہ صبر دین کا حصّہ ہے۔

نعمتوں کے ملنے پر صبر کرنا اعلیٰ درجہ ہے۔ خوشیوں پر صبر کرنا۔ لوگ غموں پر صبر کر لیتے ہیں خوشی پر صبر مشکل ہے۔ بنی اسرائیل جتنی دیر فرعون کی غلامی میں تھے صبر کر لیا پھر کہنے لگے ہم سے صبر نہیں ہوتا۔ ہم غمی پر مرد و عورت الگ بیٹھتے ہیں لیکن شادی پر نہیں۔ جب لوگ خوشیوں پر صبر نہیں کرتے تو اس قوم کو اللہ غم میں ڈال دیتے ہیں۔ یاد کریں صحابہ کرامؓ نے اپنی خوشیاں کیسے منائیں۔ اللہ کو ناراض کر کے خوشی نہ منائیں۔ یاد کریں حضرت حنزلہؓ کی نئی شادی ہوئی تھی، جہاد کا حکم آیا تو جیسے تھے ویسے ہی اُٹھ کر چل دیئے، اور شہید ہو گئے۔

نبی پاکؐ کی اپنی بیٹی بدر کی جنگ میں بیمار تھی۔ داماد کو وہیں چھوڑا اور خود جہاد کے لئے نکلے، واپس آئے تو بیٹی کو دفنایا جارہا تھا۔ پھر آپؐ تبوک کی جنگ میں جہاد کے لئے نکلے تو دوسری بیٹی بیمار تھی اور پھر وہ بھی وفات پا گئیں۔ ہمارے سامنے کیسی روشن مثالیں ہیں۔ نبی پاکؐ کی بیٹی کا بچّہ بیمار تھا، اسؓ نے پیغام بھیجا لیکن آپؐ دین کے کام کے لئے مصروف تھے۔

بچّہ فوت ہوا تو آپؐ کی بیٹی نے پھر پیغام بھیجا کہ ابّا جان اب تو بچّہ فوت ہو گیا ہے۔ آپؐ اپنا کام ختم کر کے واپس آئے تو بچّے کو گود میں لیا اور آنکھوں میں آنسو تھے۔ اور اس بچّے اور بیٹی کے لئے دعا فرمائی۔ اس بیٹی کو صبر کا حکم دیا۔

اپنی ذات کو پیچھے کرنا اور اللہ کے دین کو آگے کرنا صبر کرنا۔ انسان اللہ کو آگے رکھے اور اپنے آپ کو پیچھے کرلے۔ انسان کی زندگی کا اصل مقصد اللہ کے دین کی دُھن لگنا ہے۔

ہم اُمتِ وسط تب ہی بنتے ہیں جب شہادتِ حق کے لئے تیار ہو جائیں۔ ایک جذبہ ہے۔

اپنے آپ سے پیار نہ کریں۔ نازک مزاجی چھوڑ دیں۔ اپنے آپ کو مضبوط کرلیں۔

اس ایک آیت کی روشنی میں ہم سارے قرآن کی تفسیر پڑھیں گے۔

نبی پاکؐ اور صحابہ کرامؓ کی زندگی سے ہمیں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ ادھر غزوہ اَحزاب سے واپس آتے ہیں تو بنو قریظہ کے لئے نکلنا پڑتا ہے۔ کوئی بہانہ نہیں۔ اِدھر حکم آگیا اُدھر وہ چل پڑے۔ وہ سب بھی انسان تھے، احساسات بھی زندہ تھے اور جذبے بھی تھے۔ رشتے بھی تھے اور پسند ناپسند بھی تھی۔ لیکن اللہ کے حکم کے آگے سب کچھ پیچھے چلا جاتا تھا۔

دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا

سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

تو اس سب کے لئے توانائی کہاں سے ملتی ہے؟ دین کے کام کو اپنا Passion زندگی کا مقصد بنالیں۔

اس وقت ہمارا کام قرآن کا یہ علم حاصل کرنا ہے۔ علم سیکھنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیں۔ اپنے ساتھ نرمی نہ کریں۔ دوسروں کو دُکھ نہ سنائیں۔ جب دین کے راستے میں کوئی مشکل آئے تو جائے نماز پر کھڑے ہو جائیں۔ اللہ سے مدد مانگیں۔ جب نبی پاکؐ پر کوئی مشکل آتی تو آپ دعائیں مانگتے۔ آپ اللہ سے مانگتے۔ يَاحَيُّ يَاقَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيثُ۔ پڑھتے

جو لوگ دین کا کام کرتے ہیں، اُن کے قریب ہو جائیں۔ نئے مسلمانوں سے سیکھیں۔ دوسرے لوگوں کی زندگی سے سبق لیں۔ اپنے آپ کو ٹارگٹ دیں۔ آپ اپنے آپ کو کہاں دیکھنا چاہتے ہیں؟

نماز کو زندہ رکھیں۔ پورے شعور کے ساتھ ادا کریں۔ یہاں نفل نماز کا ذکر ہے۔ کوئی مشکل آجائے تو آپ نفل شروع کر دیں۔ نماز سے مومن کو توانائی ملتی ہے۔ کوئی دل توڑ دے، کوئی طعنہ مار دے۔ نماز ہمارے لئے پیٹرول پمپ ہے۔ جب لیول کم ہونے لگے تو روحانی کھانے کا نام نماز ہے۔

تعلّق باللہ نماز ہے۔ اپنی نماز دیکھ لیں آپ کو پتا چل جائے گا آپ کا اللہ سے کیسا تعلّق ہے۔

ایک صحابی کی پشت میں تیر گُھس گیا اور نکالنے سے تکلیف ہو رہی تھی۔ وہ نماز پڑھنے لگے اور اس قدر انہماک سے نماز پڑھی کہ تیر نکالنے کا علم تک نہ ہُوا۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو. عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

ہماری تو نماز میں بھی اللہ سے ملاقات نہیں ہوتی۔ جب نماز میں دل ہی نہیں تو نماز سے ہمیں کچھ نہیں ملتا۔ نماز میں اللہ کو دکھ سکھ سنایا کریں۔

یہاں ایک چھوٹی سی بات اور نوٹ کریں۔ صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کو ایک چیز دے دی گئی۔ آپ اب اس چیز سے فائدہ اُٹھائیں۔ اس صبر کے ساتھ اللہ کی راہ میں آنے والی مشکلات سے فائدہ اُٹھاؤ۔ یعنی یہ صبر اور نماز آپ کو مدد دینگے۔ آپ کو اللہ نے ایک کام دیا، ایک منصب عطا ہوا۔ اب اُس کام کے دوران کونسی چیزیں آپ کو فائدہ دے سکتی ہیں وہ ہیں صبر اور نماز۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ہم نے ایک کام لیا، اب یہ کرنا پڑے گا۔ اللہ کی طرف سے پھر ہی رحمتیں اور برکتیں آئینگی۔ مضبوط ہو جائیں۔ حق پر جم جائیں۔ خود بھی اطاعت کریں اور حق کے خلاف مشکلات پر صبر کرنا ہے۔

تندی بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب - یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

اپنے آپ کو بچا کر، اللہ کی راہ میں کام کرنا ہے۔ نماز ایسا چشمہ ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔ نماز مومن کو باندھ دیتی ہے۔ نماز انسان کو توانائی فراہم کرتی ہے۔ دعا کریں کہ کہ ہم اللہ سے جُڑ جائیں۔

مثال: ایک کمزور بیل تھی۔ وہ نیچے پڑی رہتی ہے اور اسی دوران اُس بیل پر پھول پھل لگتے ہیں۔ لیکن لوگوں کے پیروں میں پڑی رہتی ہے۔ لیکن اگر اُسی بیل کو کسی درخت یا مضبوط سہارے کے ساتھ باندھ دیا جائے تو وہ اوپر اُٹھ کر چھت بنا دیتی ہے۔ اسی طرح بندہ مومن ہے جب اللہ کے سہارے کام

شروع کرتا ہے تو مضبوط ہو جاتا ہے۔ دوسروں کے لئے چھت بن جاتا ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ انسان پوری ذمہ داری سے اللہ کی راہ میں لگ جائیں۔ پھر اللہ فائدہ دینے والا بنا دیتا ہے۔

اللہ کی راہ میں اتنی مشکلات آجاتی ہیں کہ کبھی کبھی اللہ کی راہ میں لڑنا پڑتا ہے اور جان بھی چلی جاتی ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔

ابھی تو چھوٹی مشکلات تھیں کہ آپ نے وقت اور مال لگایا ہے۔ آپ اپنے نفس پر کام کر رہے تھے۔ اب اگر آپ کو جان بھی دینی پڑی تو جان دے کر بھی وہ لوگ فوت نہیں ہوتے بلکہ وہ شہید زندہ ہوتے ہیں۔ سورۃ آلِ عمران میں ہے؛

جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے ﴿۱۶۹﴾ جو کچھ خدا نے ان کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اس میں خوش ہیں۔ اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ (قیامت کے دن) ان کو بھی نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے ﴿۱۷۰﴾

یہ آیت بدر کے شہداء کے بارے میں نازل ہوئی۔ بدر میں ۱۴ مسلمان شہید ہوئے۔ کتابوں میں اُن کے نام موجود ہیں۔ لوگوں نے جب اُن کی وفات کی بات کی تو اُن کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی اگر جان بھی دینی پڑے تو جان بھی دے دیں لیکن وہ اللہ کے پاس راضی خوشی ہیں۔

ہم ان کو مردہ کیوں نہ کہیں؟ کیوں کہ وہ مشن زندہ ہے جس کے لئے انہوں نے جان دی۔

وہ دین زندہ ہے وہ حَیّ القیّوم زندہ ہے جس کے لئے جان دی۔

ان لوگوں نے اپنی یہ وقتی زندگی دے کر ابدی زندگی خرید لی۔ شہداء کی اللہ کے ہاں بہت قدر ہے۔

ہمارے ہاں اس لفظ کو بعض اوقات غلط بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ دنیا میں اللہ کے دین کو پھیلانے والا زندہ شہید ہوتا ہے۔ وفات پا کر وہ اعلیٰ درجے کی شہادت پالیتا ہے۔ ایک بندہ اللہ کے دین سے محبت کرتا ہے، اس کو سنبھالتا ہے۔ لوگوں کے عقائد کی اصلاح کرتا ہے اور اگر وہ اللہ کے دین کی خاطر جان بھی دے دیتا ہے تو وہ شہید ہے۔

شہید وہ نہیں کہ نماز نہ پڑھے، روزے نہ رکھے اور کبھی بم بلاسٹ میں فوت ہو جائے تو وہ شہید نہیں ہے۔ فلاں ساری زندگی سیاست کے لئے کچھ کرتا رہے اور اقتدار کی جنگ میں فوت ہو جائے تو وہ شہید نہیں ہے۔ شہادت کا معاملہ اللہ کے پاس ہے۔ ہم کبھی فتوے جاری نہ کریں۔

شہید وہ ہے کہ جس کو دنیا میں اللہ کے دین کو بلند کرنے کی دُھن سوار ہوتی ہے۔ وہ پھر بستر پر یا کسی بیماری میں وفات پا جائے تو وہ شہید ہے۔ جان بچاتے ہوئے، مال بچاتے ہوئے، کسبِ حلال کماتے

ہوئے وفات پا جائے تو وہ شہید ہو گا۔ یہ شہدا کے درجے ہیں۔ یہ سب احادیث کے خلاصے سے ہمیں پتا چلتا ہے۔ بعض اوقات تو لوگ مجرموں، ہائی جیکرز تک کو شہید بول دیتے ہیں۔

ہمارا اپنا Clear Concept ہونا چاہیئے۔ جو بندہ ساری زندگی اللہ کے دین کی خاطر کام کرے گا وہی شہید ہو گا۔ شہید کی زندگی کیسی ہے؟

ایک طرف دنیا کی زندگی ہے اور ایک ہے آخرت کی زندگی جو قیامت کے بعد ہو گی۔ درمیان والا وقفہ جو عالمِ برزخ ہے۔ یہ قبر بھی ہو سکتی ہے اور کوئی اور جگہ بھی، واللہ اعلم۔

سورۃ المومنون میں ہے۔؛

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور اس کے پیچھے برزخ ہے (جہاں وہ) اس دن تک کہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے، (رہیں گے) ﴿۱۰۰﴾

وفات کے بعد لوگوں کا اس دنیا سے رابطہ ختم ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات لوگوں کو خواب آتے ہیں۔ لیکن وہ ہمارے ساتھ اُن کا تعلق ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد کا معاملہ سب کا مختلف ہے مومن کو جنّت دکھادی جاتی ہے لیکن وہ قبر میں ہی رہتا ہے۔ عام بندہ جو کچھ بھی ہو یعنی کافر اور مومن اپنا برزخ قبر میں گزارتا ہے۔ مومن تو قیامت کے آنے کی دعا کرتا ہے اور کافر دعا کرتا ہے کہ قیامت کبھی واقع نہ ہو تا کہ وہ عذاب سے بچ جائے۔

لیکن شہید جنّت میں ایک سبز پرندے کی شکل میں ہوتا ہے۔ شہید کو قبر میں نہیں رہنا پڑتا۔

سارا دن وہاں رہتے ہیں اور رات کو اللہ کے عرش کے نیچے قندیل میں آ کر سو جاتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایسے ہی خوش اپنی زندگی وہاں گزارتے ہیں۔ پھر ایک دن اللہ اُن سے پوچھتے ہیں کہ میرے بندو تم خوش ہو؟ وہ کہتے ہیں یا اللہ ہم آپ سے بہت خوش ہیں۔ پھر اللہ ان سے فرماتے ہیں کہ کچھ مانگو۔ اللہ اُن کی بہت قدر کرتے ہیں۔ اللہ اپنے دین کا کام کرنے والوں سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی اللہ کے دین اور اللہ کے بندوں کی ہدایت میں گزاری ہوتی ہے۔ اللہ دوبارہ پوچھتے ہیں کہ نہیں بتاؤ کوئی خواہش ہے؟ تو پھر وہ شہداء کہتے ہیں کہ یا اللہ آپ ہمیں ایک بار پھر دنیا میں بھیجیں تاکہ ہم پھر اپنی زندگی تیری راہ میں قربان کر دیں۔ جو لذّت ہمیں اُس وقت اپنی جان دیتے ہوئے آئی تھی ہم اُس کو آج بھی یاد کرتے ہیں۔

اگر آپ کو دین کا دَرد لگ جائے تو آپ کی دنیا بھی پُر سکون ہو جاتی ہے۔ ایک نئی دُنیا بن جاتی ہے۔ بظاہر وہ وفات پا جاتے ہیں اُن کے بچے یتیم ہو جاتے ہیں۔ عورت بیوہ ہو جاتی ہے۔ وہ وفات تو پا جاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ وہ اپنی قبر میں زندہ ہیں بعض لوگ اُن شہداء سے دعائیں مانگنے لگتے ہیں۔ یہ غلط عقیدہ ہے۔ وہ فوت تو ہو جاتے ہیں لیکن اللہ کے پاس زندہ ہیں۔

کچھ شہداء کے بارے میں یہ بھی پتا چلتا ہے کہ وہ کیسے اپنے وقت کے حکمرانوں کے خواب میں آئے تھے۔ کہ اُن کی قبروں میں پانی آ رہا تھا۔ پھر سعودی حکومت نے بہت احتیاط سے اُن کی لاشوں کو قبر سے نکال کر کہیں اور دفن کر دیا تھا۔ اُن کے کفن کو مٹّی تک نہیں لگی تھی۔ شہید کے جسم کو اللہ اِسی طرح محفوظ رکھتا ہے۔ ہم ایک دفعہ اللہ کی راہ میں کام تو کریں، اللہ ہماری بہت قدر کرتا ہے۔

کچھ لوگوں نے اسی بات سے یہ عقیدہ بنالیا کہ نبی پاکؐ قبر میں زندہ ہیں، اُن سے دعائیں مانگ سکتے ہیں۔ ہمیں جتنی بات بتادی گئی ہے بس اسی کو مان لینا چاہیئے اور اپنی طرف سے کچھ اور اندازے نہیں لگانے چاہیئے۔ وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَـوۡفِ وَالۡجُـوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَۙ ﴿۱۵۵﴾ اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میوؤں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (خدا کی خوشنودی کی) بشارت سنادو۔

اللہ نے پانچ طرح کی مصیبتوں کو اس دُنیا میں رکھا ہے۔ تمہیں اللہ کا دین اگر پیارا ہے۔ تو ہمیں فکر کرنی پڑے گی۔ ہر قسم کے حالات تو آئیں گے۔ خوف آئے گا۔ صحابہ کرامؓ کو اس طرح کے حالات میں گزارا کرنا پڑا۔ ہمارے اوپر ساری فیملی کا بوجھ اور دباؤ ہے۔ ہم گھر والوں اور رشتے داروں کو خوش کرنے کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں۔ لوگ ڈراتے ہیں۔ کبھی خاوند کے بارے میں غلط باتیں کرینگے کبھی بچّوں کے نام پر۔ خوف پہلی نشانی ہے۔

ہم تو کیا بھوک برداشت کرینگے؟ صحابہ کرامؓ کی زندگی دیکھ لیں کہ کیسے بھوک میں گزارے کئے۔

ابو ہریرہؓ کو دیکھ لیں کیسے بھوک سے بے ہوش ہو کو گر جاتے تھے کہ لوگ سوچتے تھے کہ مرگی کا دورہ پڑا ہے۔

مال سے آزمائے جائینگے۔ نوکری چھوڑ کر اللہ کے دین پر لگ گئے۔ ابو بکرؓ ایک امیر ترین تاجر تھے۔ بس اُٹھ کر اللہ کے دین میں لگ گئے۔

عبد اللہ بن مبارکؒ (امام بخاریؒ) کے اُستاد۔ سال کے تین حصّے کرتے۔ ایک حصّے میں مال کماتے، ایک میں دین سیکھتے اور ایک میں دین سکھاتے۔ اللہ کی راہ میں کچھ چھوڑ کر تو دیکھیں۔ تبوک ۹ھ میں ہوئی، ابو بکرؓ نے سب کچھ اللہ کی راہ میں دے دیا۔ پھر بھی تو گزارا ہُوا۔

تبوک اور احزاب کی جنگوں میں صحابہ کرامؓ اپنے کھڑی فصلیں اور پھلوں سے لدے باغ چھوڑ کر اللہ کی راہ میں نکل گئے۔

اپنا نفس اور جان لگانے پڑتے ہیں۔ کوئی پیارا چلا جاتا ہے۔ دین کی راہ میں اپنے نفس کو مارنا پڑتا ہے۔

سب سے پہلی چوٹ انا پر لگتی ہے۔ انسان میں عاجزی آجاتی ہے۔ کبھی اسلامی تاریخ پڑھ کر دیکھیں۔

ہمارے اسلاف کو علم کے راستے میں کیا مشکلات پیش آئیں۔

امام بخاریؒ نے گھر بیچ دیا۔ اپنا سب کچھ دین سیکھنے سکھانے میں لگا دیا۔

دھوپ، گرمی، سردی کچھ پرواہ نہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ کی راہ میں نفس لگتا ہے۔ اللہ قدر کرتا ہے۔ اللہ انسان کی وہاں سے مدد کرتا ہے جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا۔ اللہ انسان کو کئی جگہ سے عطا فرماتا ہے۔

صبر کرنے والے کون ہیں؟ اب یہاں سے ہمیں صابر کی تعریف نظر آئے گی۔